الموحدین ویب سائٹ پیش کرتے ہیں
جمہوریت
ایک دینِ جدید
شیخ الاسلام امام ابو یحییٰ اللیبی حفظہ اللہ
رجب ۱۴۳۰ء
مترجم: مولانا عبد الصمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

المو حدین ویب سائٹ پیش کرتے ہیں:

جمہوریت ایک دینِ جدید

تحریر: شیخ الاسلام امام ابو یحییٰ اللیبی حفظہ اللہ (حسن قائد)

رجب 1430ھ

مترجم: مولانا عبد الصمد رحمہ اللہ

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website : http://www.muwahhideen.tk
Email: info@muwahideen.tk

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ وصلِ علیٰ آلہ وصحبہ ومن والاہ۔

وبعد!

ہر مسلمان جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر راضی ہے، اور ان جملوں کے حقیقی معانی سے آگاہ ہے، اسے مکمل طور پر اس بات کا ادراک ہو گا کہ دین اسلام فی ذاتہ ایک مکمل دین ہے، اس میں کوئی کمی یا نقص نہیں کہ جس کی تکمیل کی جائے، اور یہ ایسا دین ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اس کے دامن میں انسانیت کی فلاح و بہبود کا تمام سامان موجود ہے لہٰذا اسے کسی دوسرے نظریے کے ساتھ خلط ملط کرنے کا نہ تو کوئی جواز ہے اور نہ ضرورت۔

یہ دین عقائد کے اعتبار سے بھی کامل ہے اور احکامات کے لحاظ سے بھی مکمل اسی طرح عبادات، معاملات، سیاسیات، عدل و انصاف، اخلاقیات اور اقدار. غرض ہر معاملے میں مکمل اور واضح ہے اور اپنے تمام ضابطوں اور ان کے حصول و تنفیذ کے لیے یہ کسی خارجی معاون کا محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔(المائدہ: ۳)

"آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا، اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور اسلام کو تمہارے لیے بطور دین پسند کر لیا۔"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم بہ فلن تضلوا أبداً، کتاب اللہ و سنۃ نبیہ"۔(الحدیث رواہ الحاکم)

'یقیناً میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم اس سے چمٹے رہو تو ہرگز کبھی گمراہ نہ ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔'(مستدرک حاکم)

اور یہ دینِ اسلام کے مکمل ہونے کا ثبوت ہے جس کی بناء پر ہر اختلاف کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ اگر کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی اور کتاب و سنت کامل نہ ہوتے تو پھر ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم بے معنی اور لغو ہوتا۔

(تعالیٰ اللہ عن ذالك)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلا "(النسآء : ٥٩)

"اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اولوالأمر (صاحبان اختیار) کی جو تم میں سے ہوں، البتہ جب کسی چیز میں تمہارے درمیان اختلاف و تنازع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر اور انجام کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔"

علماء کرام بیان فرماتے ہیں اللہ کی طرف لوٹانے کا معنی اس کی کتاب کی طرف لوٹانا ہے، اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کا مطلب ان کی سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اور اللہ کا فرمان ہے:

" وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ "(الشوری: ١٠)

" اور تم جس چیز میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہو گا"۔

لہٰذا شریعتِ اسلامی سے ہٹ کر جس چیز کی بھی اتباع کی جائے وہ خواہشاتِ نفس کی اتباع ہی کہلائے گی، خواہ اُسے کوئی خوب صورت نام دے کر اس میں کیسی ہی خوبیاں کیوں نہ گنوائی جائیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَى شَرِيعَةٍ مِنَ الأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لا يَعْلَمُونَ "(الجاثیہ:١٨)

" پھر ہم نے تمہیں دین کے کھلے راستے پر (قائم) کر دیا تو اسی (راستے) پر چلو اور نادانوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا۔"

اور فرمایا:

" فَلِذَلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ "(الشوری:١٥)

"تو (اے محمد ﷺ) اسی (دین) کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہنا اور جیسا تمہیں حکم ہوا ہے (اسی پر) قائم رہنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا"۔

اور فرمایا:

" وَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ أَنْتُمْ بَرِيئُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ "(یونس: ٤١)

’’تو اگر یہ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجئے کہ میرے لیے میرا عمل اور تمہارے لیے تمہارا عمل ہے، تم میرے عمل سے بری اور میں تمہارے عمل سے بری و لاتعلق ہوں‘‘

راہ حق صرف ایک ہے، جو انتہائی واضح اور ثابت شدہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے بطور دین پسند فرمایا ہے، اور اس کے سوا کوئی راہ بھی عند اللہ مقبول نہیں ہے، اور اس واحد راہ کا نام. دین اسلام ہے۔ اس کے بر عکس گمراہی و خواہشات کی بہت سی راہیں اور طریقے ہیں۔ جن کی پیداوار اور نوعیت ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی اور پھیلتی جارہی ہے، لیکن دین اسلام کے سوا تمام راہیں یکسر غلط و باطل ہیں، خواہ وہ کسی بھی نام یا بہروپ کے ساتھ سامنے آئیں۔ باطل بہر حال باطل ہی کہلاتا ہے خواہ اس کا نام حق ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ‘‘(الانعام: ۱۵۳)

’’ اور (اے پیغمبر ﷺ ! ان سے کہہ دیجیے) کہ یقینا میرا راستہ سیدھا راستہ ہے، پس تم اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دیگر راستوں کی پیروی مت کرو کہ وہ تمہیں اس راہ (حق) سے ہٹا دیں گے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات کی وصیت کرتا ہے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔‘‘

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے ایک لکیر کھینچی اور پھر فرمایا:

’’یہ اللہ کا راستہ ہے۔‘‘

پھر اس کے دائیں بائیں کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا:

’’ یہ مختلف راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو ان کی طرف دعوت دے رہا ہے۔‘‘

پھر آپ ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

’’ وَأَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ‘‘۔(مسند احمد)

جب تک امت مسلمہ نے اس راہ حق کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا اور عملی طور پر اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں اسے مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھا، تب تک آسمانوں سے مدد اور نصرت اترتی رہی، خلافت و تمکن حاصل ہوئے، اور دشمنوں پر اس کی ہیبت بیٹھی رہی۔ مگر اس کے برعکس امت نے جب بھی حق سے منہ موڑا تو اللہ کی نصرت اور خلافت و تمکین کا استحقاق بھی کھو دیا۔ اگر کسی کو اس بات میں شک ہو تو شریعت کا مطالعہ کر کے یہ حقیقت معلوم کر سکتا ہے۔ اور اس پر بھی تسلی نہ ہو تو امتِ مسلمہ کی سابقہ تاریخ اور موجودہ حالتِ زار کا مشاہدہ کرنے کے بعد تو کچھ تذبذب بھی باقی نہیں رہتا۔

ہر مسلمان کے پیشِ نظر یہ بات رہنی چاہئے کہ اس حوالے سے ادنیٰ سا اضطراب اور اس حقیقت کے فہم اور علم میں تھوڑا سا تذبذب بھی گمراہی در گمراہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ایک قدم پر انحراف کا نتیجہ ہر اگلے قدم پر ایک اور انحراف کی صورت میں نظر آتا ہے۔ ایک بگاڑ سے مزید بگاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ ایک فتنے سے دوسرا فتنہ جنم لیتا ہے۔ اور پھر گمراہی کا یہ سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لیتا۔

اس لیے نبی ﷺ نے جہاں راہِ ہدایت اور ہدایت یافتہ لوگوں کی سنت کو تھامنے کا حکم دیا ہے وہاں آپ ﷺ نے نت نئی گمراہیوں اور بدعات سے دور رہنے کا حکم بھی دیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے:

"فانه من يعش منكم فسيرىٰ اختلافاً كثيراً فعليكم بسنتي و سنة الخلفآئ الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنواجذ واياكم و محدثات الأمور فأن كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة" (مسند احمد، ابوداؤد)

"جو تم میں سے زندہ رہا وہ بہت سے اختلافات دیکھے گا۔ تو اس وقت تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت (طریقے) کو تھام لینا اور اس کو اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے پکڑ لینا۔ اور دین میں نئی باتوں سے خود کو بچا لینا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو اپنے دل کی گہرائیوں میں بسا لے!

" فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ "(الزخرف۔ ٤٣)

"پس تم اس بات کو مضبوطی سے تھام لو جو تمہاری طرف وحی کی گئی ہے، پھر یقیناً تم صراط مستقیم پر ہو گئے"

مومن کو چاہیے کہ اسی صراطِ مستقیم کو اپنے لیے صد افتخار سمجھے، اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دے، اسی کے لیے ہر قسم کی قربانی دے اور اس کے نشر کے لیے ہر قسم کی تکلیف و صعوبت برداشت کرے۔ اس کے ماسوا کی طرف ادنی سے التفات سے بھی بچے۔ خواہ اس کے ثبوت کے لیے کیسی ہی ملمع ساز دلیلیں کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ ترکِ حق کے بعد تو صرف باطل ہی باقی بچتا ہے۔ باطل کی طرف بلانے والوں کی خوش رنگ باتوں اور جمہوری دلدل میں ڈوبتے لوگوں کی کثرت دیکھ کر کسی فتنے کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ہی اس بات کو خاطر میں لائیں کہ کتنے ممالک، انجمنیں اور تنظیمیں اس باطل کے نفاذ و ترویج کے لیے کوشاں ہیں۔ باطل باطل ہی ہے چاہے کوئی بھی اس کی طرف بلائے یا اس کی تابعداری کی دعوت دے۔ اور کوئی مانے نہ مانے، حق تو حق ہی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ "(البقرہ: ۱۳۷)

"تو اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لے آئے ہو تو ہدایت یاب ہو جائیں اور اگر منہ پھیر لیں تو (جان لو کہ) وہ گمراہی میں ہیں۔ سو ان کے مقابلے میں تمہیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

اور فرمایا:

" وَأَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ يَفْتِنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ "(المائدہ: ۴۹)

" اور ان کے درمیان اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کیجئے، اور ان کی خواہشات کی پیروی مت کیجئے اور محتاط رہیے کہ یہ آپکو اللہ کی طرف سے نازل کردہ کسی حکم سے بہکانہ دیں، پھر اگر یہ روگردانی کریں تو جان لیجئے کہ اللہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے انکو مصیبت میں ڈالنا چاہتا ہے، اور یقینا بہت سے لوگ نافرمان ہیں"۔

اور جس نے اس حقیقت کا ادراک کر لیا اور خالی الذہن ہو کر خالص شرعی نکتہ نگاہ سے اِسے سمجھ لیا اور خواہشات کی لپیٹ میں آنے سے بچ رہا تو اس کے لیے نت نئے نظریات اور سیاسی و انتظامی افکار کو صحیح تناظر میں سمجھنا

آسان ہو جاتا ہے۔اس کے لیے ممکن ہے کہ بغیر کسی تردد یا تحیّر کے ان پر درست حکم لگا سکے۔تاکہ جسے ہلاک ہونا ہو وہ واضح دلیل کی روشنی میں ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ دلیل کی برکت سے زندہ رہے۔

عصرِ حاضر کی عظیم ترین مصیبت اور دینِ اسلام کو درپیش بڑی آزمائش مغرب کا یہ کفریہ نظام ہے جسے جمہوریت کہا جاتا ہے۔اس کی پیدائش سرتا پا کفر میں غرق مغرب میں ہوئی،اس کی پرورش مغرب کے حیا سے عاری ماحول نے کی۔اور فسق وفجور میں ڈوبی اس دنیا میں ہی یہ نظام اوجِ کمال تک پہنچا۔اور آج یہ نظام مسلمانوں کی غفلت،ان کی حکومت کے ارتداد اور ان کے معاشروں کی کمزوری کے باعث مسلمان معاشروں میں پھیل چکا ہے۔اس کے پھیلاؤ میں علماء کی خاموشی اور عوام کی جہالت نے بھی گہرا حصہ ڈالا ہے۔الا من رحم اللہ۔

معاشرے میں صالح قوتوں کے فقدان کی وجہ سے جمہوریت کو مسلم علاقوں میں اپنے جھنڈے گاڑنے اور زہریلے عقائد پھیلانے کا موقع ملا۔ہمارے ہاں دو قسم کے لوگوں نے اس کے لیے اپنا دامن پھیلا دیا اور بسر و چشم اسے قبول کیا۔ایک تو بیوقوف اور نادان لوگ جو اس کفریہ نظام کے خوش نما دعوؤں سے دھوکے کا شکار ہو گئے اور دوسری قسم دھوکے باز مفسدین کی ہے جنہوں نے جان بوجھ کر اپنی قوم کو ہلاکت کی راہ پر ڈال کر ان کو جان کنی کی حالت تک پہنچا دیا۔،لہٰذا شوریٰ کے نام پر کفرِ اکبر نے رواج پکڑا،آزادی کے نعروں میں فحاشی پروان چڑھی،آزادیٔ اعتقاد کے بھیس میں الحاد و زندقہ نے جڑ پکڑی،حریتِ فکر کے نام پر جاہلوں میں دین پر طعن و تشنیع کی جرأت پیدا ہوئی اور آراء کے تنوع و تعدّد کی دلیل پر یہ امت مختلف گروہوں میں بٹ گئی۔اور ان تمام قباحتوں کے باوجود اس دینِ جدید کی حمایت میں منبر و محراب تک سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں۔ہر قسم کے پڑھے،سنے اور دیکھے جانے والے وسائلِ نشر و توزیع لوگوں کو اس دینِ جدید کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں اور فوجوں کی فوجیں اس دین کی حمایت اور تنفیذ کی خاطر جمع کی جا رہی ہیں۔

اللہ کی قسم!یہی دینِ جمہوریت عصرِ حاضر کا سب سے بڑا بت اور فتنہ ہے جسکی آگ نے اسلام کے روشن چہرے کو گہنا دیا ہے اور اس شفاف چشمۂ ہدایت کو گدلا دیا ہے اور اگر فساد فی الارض سے روکنے والے کچھ بچے کھچے اہل علم و ایمان نہ ہوتے،تو اس دینِ متین کو اس کے نام لیواؤں ہی کے ہاتھوں اکھیڑا جا چکا ہوتا اور اس عظیم محل کی بنیادیں تعمیر کرنے والے کدالوں ہی سے اسے زمین بوس کر دیا جاتا۔لیکن اللہ ربّ العزّت کا ارادہ یہی ٹھہرا کہ اپنے دین کی

حفاظت کرے اور اپنی شریعت کو باقی رکھے اور اس مقصد کے لیے اپنے کچھ ایسے بندوں کو کھڑا کرے جو اپنی زبان اور تلوار سے اس دین کے دفاع کا فریضہ سر انجام دیتے رہیں اور نبی ﷺ کے اس فرمان کا مصداق بنیں

''لا تزال طائفة من امتی قائمة بأمر الله لا یضرهم من خذلهم ولا من خالفهم حتیٰ یأتی امر الله وهم ظاهرون علیٰ الناس''(متفق علیہ)

''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گا، انہیں بے یار و مددگار چھوڑنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا امرِ (قیامت) آجائے گا جبکہ وہ لوگوں پر غالب ہونگے۔''

باقی رہی یہ بحث کہ جمہوریت آخر ہے کیا چیز جسے مغربی سیاستدان ہم پر لاگو کرنا چاہتے ہیں، سیکولر طبقے اس کے فروغ کے لیے تڑپے جا رہے ہیں اور جاہل مسلمان بھی اس کے پیچھے سرپٹ بھاگے جا رہے ہیں۔ بلکہ ان میں بہت سے مدعیانِ علم تو اس اجنبی اور متعفن نظام کو اسلامائز کر کے اسے شرعی سہارا دینا چاہتے ہیں۔ اس کج فہمی کی وجہ سے، کہ اسلام اور جمہوریت ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں ہمیں کئی عجیب کلمات سننے کو ملتے ہیں۔ جیسے جمہوری اسلام. یا اسلامی جمہوریت، یہ اور ایسی ہی دیگر عبارات جو جہلِ مرکب کی پیداوار ہیں اگرچہ کہ ان کے قائلین اعلیٰ فہم و فراست کے دعوایدار ہی کیوں نہ ہوں۔

جب ہم جمہوریت کا جائزہ لیتے ہیں تو اس حقیقت تک پہنچتے ہیں کہ جمہوریت تو ایک مکمل و مستقل دین ہے۔ دیگر ادیان کی طرح اس کے اپنے مفاہیم، اصول و قواعد، نظریات اور اقدار ہیں۔ اس حقیقت کو جان لیا جائے تو بیان کردہ عبارتوں کی قباحت و بدصورتی مزید نمایاں ہو جاتی ہے۔ یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی کہے یہودی اسلام، عیسائی اسلام، اسلامی یہودیت، اسلامی نصرانیت یا اسلامی مجوسیت۔ کیا اس روئے زمین پر کوئی جاہل اور گناہ گار مسلمان ایسا بھی ہو گا جو ان ناموں کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو؟ یا اپنے لیے بطورِ دین انہیں پسند کرے؟ یقیناً زمین کے کسی دور دراز کنارے پر بسنے والی ایک بوڑھی مسلمان خاتون، کہ جسے نئی تہذیب اور ثقافت کے جراثیم نہ پہنچے ہوں وہ بھی یہ کلمات سنتے ہی فوراً ہی ان کے شر سے اللہ کی پناہ مانگے گی۔ اور یہ کلمات ان کے کہنے والوں کے منہ پر دے مارے گی اور کہے گی کہ مجھے ایسا کوئی دین نہیں چاہیئے۔ سمندر یا فضا میں کھیت اگ سکتے ہیں؛ یہ بات شاید اس عورت کو اس عبارت کو تسلیم کروانے سے زیادہ آسان ہو۔ اگر آپ کو اس بات میں کوئی شک ہو تو تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔

تو پھر ہم جمہوریت کو اسلام کے ساتھ جوڑنے کی مذموم کوشش کیوں کریں؟۔ جبکہ یہ بات ہمیں سخت ناپسند ہے اور ہر مسلمان بھی اس بات کو سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ اسلام کو یہودیت، عیسائیت یا مجوسیت کے ساتھ جوڑا جائے۔

لہٰذا اس بات کو سمجھنا ضروری ہے کہ جمہوریت ہر اعتبار سے دینِ اسلام کی ضد ہے اور اسلام مخالف ادیان کی طرح ایک مکمل دین ہے۔ جمہوریت کی اس حقیقت کو جاننا اس لئے لازم ہے کہ وہ لوگ جو اس دینِ جدید کے پھیلائے جال میں الجھ کر رہ گئے ہیں انہیں اس بات کا حقیقی ادراک ہو سکے کہ جب وہ جمہوریت کے تانے بانے اسلام کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتے ہیں تو درحقیقت اسلام کی توحید کو جمہوریت کے شرک کے ساتھ اور اسلام کے نور کو جمہوریت کے اندھیروں کے ساتھ ملانے کے جرمِ عظیم میں ملوث ہوتے ہیں۔ بھلا اسلام کی اعلیٰ اقدار، پاکیزہ اخلاق اور عدل و انصاف کا خود ساختہ جمہوریت کے ظلم و جبر اور بے انصافیوں سے کیا تعلق؟ کیا تاریکیوں کا رشتہ اجالوں کے ساتھ جوڑا جا سکتا؟ کیا اللہ کی غلامی و عبودیت (اسلام) اور خواہشاتِ نفس کی پیروی (جمہوریت) ایک ہو سکتے ہیں؟

لہٰذا جمہوری اسلام کے دعویداروں سے ہمارا پہلا سوال تو یہ ہے کہ تم ڈیمو کریسی کا لفظ اسلام میں ثابت کر کے دکھلائو۔ اس مقصد کے لیے عربی لغت کی تمام کتابیں چھان مارو، تمام اشعار عرب کو پڑھ کر دیکھ لو، اہل فصاحت و بلاغت میں سے جس سے چاہو پوچھ لو بلکہ گاؤں میں رہنے والی بوڑھی عرب خواتین سے پتہ کر لو اور بادیہ نشین دیہاتیوں سے استفسار کر لو۔ کیا اصل و فصیح لغتِ عرب میں تمہیں ڈیمو کریسی کا لفظ مل سکتا ہے؟ فصیح تو کجا غیر فصیح عرب لغت میں بھی تم یہ لفظ نہیں پاؤ گے۔ ثابت ہوا کہ یہ لفظ ہماری زبان میں اجنبی ہے جو مغرب سے درآمد شدہ ہے۔ اسے گھڑنے والوں کے نزدیک اس کے خاص اصطلاحی معنی ہیں جن سے اسے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہماری زبان میں ان معنی کو ''عوام کی حاکمیت'' سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسی ایک فقرے میں جمہوریت کا نچوڑ اور خلاصہ موجود ہے اور اگر اس معنی کو جمہوریت سے نکال دیا جائے تو جمہوریت کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ تمام جمہوری نظام اگرچہ متعدد راہیں رکھتے ہیں لیکن ان سب کی منزل ایک ہے۔ یعنی ''عوام کی حاکمیت'' ۔ کوئی بھی مسلم یا غیر مسلم یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں جس جمہوریت کو مانتا ہوں وہ اِس معنی سے عاری ہے اور عوام کی حاکمیت کا اقرار نہیں کرتی۔ اور اگر کوئی عقل سے عاری شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو اس کا حال اُسی شخص کی طرح ہو گا جو یہ کہے کہ میں ایسی یہودیت کی طرف دعوت دے رہا ہوں جو اپنے بنیادی مضامین و معانی سے خالی ہے۔ تو کیا ایسے شخص کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی؟ کیا کوئی مسلمان ایسی یہودیت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو گا؟

دینِ جمہوریت میں عوام کو حاکم تصور کیا جاتا ہے، اس طور پر کہ عوام کی طاقت ہی اصل طاقت ہے اور عوام کا فیصلہ ہی نافذ العمل ہے۔ عوام کا ارادہ ہی دینِ جمہوریت میں رائج ہو گا اور عوام کے قوانین ہی لاگو و قابلِ احترام ہوں گے۔ اس نظام کے مطابق کسی کو جرأت نہیں کہ عوام کے حکم پر نظرِ ثانی کر سکے یا ان کے فیصلے کو ٹال سکے، گو کہ عوام اپنی حکمرانی میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوں گے۔

مجھے یہ بات بھی معلوم ہے کہ کوئی مسلمان بھی ان کلمات کو پسند نہیں کرے گا۔ بلکہ انہیں انتہائی ناپسندیدگی اور نفرت و ملامت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ اور اللہ کی قسم! یہ نفرت کے حقدار ہی ہیں. اور ملامت کے حقدار تو وہ لوگ ہیں جو اسلامی جمہوریت کا راگ الاپتے ہیں اور عوام کے سامنے اس کی اصل حقیقت کا اظہار نہیں کرتے اور جمہوریت کے بدصورت چہرے کا نقاب نہیں الٹتے بلکہ فاسد تاویلات اور حیلہ سازیوں کے ذریعے اس کی قباحتوں پر پردہ ڈالتے اور اسے مستحسن قرار دیتے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

چونکہ یہ ناممکن ہے کہ تمام عوام کو ایک میدان میں جمع کر دیا جائے تاکہ وہ اپنی اجتماعی یا اکثریتی رائے سے قانون سازی کر سکیں، لہٰذا مغرب نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ایک خاص نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام میں عوامی نمائندے عوام کی مرضی اور رائے سے منتخب ہو کر ان کی ترجمانی کرتے ہیں، اور اس مقصد کے لیے پارلیمان کو تشکیل دیا جاتا ہے جس کا ہر رکن اپنے حلقے کے عوام کا ترجمان اور قائم مقام ہوتا ہے، اس کی رائے عوام کی رائے سمجھی جاتی ہے اور اس کا فیصلہ عوامی فیصلہ کہلاتا ہے، جمہوری نظام میں پارلیمنٹ ہی قانون سازی کا بالاتر ادارہ ہوتا ہے اور اسے ہر طرح کے قانون بنانے کی کھلی آزادی ہوتی ہے صرف اس شرط پر کہ وہ قانون آئین سے متصادم نہ ہوں۔ (یہ بات پیشِ نظر رہے کہ پاکستان کے آئین میں پارلیمان کی دو تہائی اکثریت کے ذریعے سے ترمیم و اضافہ کیا جا سکتا ہے .مترجم)۔ اس شرط کا لحاظ رکھنے کے بعد پھر پارلیمان کو کھلی چھوٹ ہے کہ شریعت کے مطابق یا مخالف، جیسے چاہے قانون بنائے کیونکہ یہ عوام کا منتخب شدہ ادارہ ہے اور جمہوریت یہ کہتی ہے کہ حاکمیت صرف عوام کا حق ہے۔ لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کرنے یا تلملانے کا حق نہیں ہے۔ الا ساء ما یحکمون (بہت برا ہے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں)۔

پارلیمان کی ذمہ داری ہی یہ ہے کہ قانون سازی کرے، خواہ اس کا نام پارلیمنٹ ہو، دستور ساز اسمبلی یا ایوانِ نمائندگان۔ یہ ایک ہی ادارے کے مختلف نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

”مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلا لِلَّهِ أَمَرَ أَلا تَعْبُدُوا إِلا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ “(یوسف: ٤٠)

ترجمہ: ” تم اُس (ذاتِ باری تعالیٰ) کے سوا صرف ناموں ہی کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کئے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی، حکم تو صرف اللہ کے لیے خالص ہے، اس نے حکم دیا ہے کہ تم اس کے علاوہ کسی کی عبادت مت کرو، یہی مضبوط اور مستحکم دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے“۔

جس کے دل میں ایمان کا نور موجود ہے اسے یقین کی حد تک یہ معلوم ہے کہ یہ دینِ جدید (جمہوریت) ایک لحظے کے لیے بھی نہ تو دل ودماغ میں اور نہ ہی عملی زندگی میں ایمان کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ جب کوئی شخص اس دینِ جدید (جمہوریت) کو قبول کرتا ہے تو دوسرے دین کو منہدم کر کے ہی نئے دین میں داخل ہوتا ہے۔ جس نے یہ حقیقت جان لی، سو جان لی اور جو اس حقیقت سے جاہل رہا، سو جاہل رہا۔ اور بہت بری ہے وہ جہالت جو انسان کو ایمان کی سربلندی سے اٹھا کر کفر کی کھائیوں میں جا گراتی ہے اور اسے خبر تک نہیں ہوتی۔

یہ حقیقت ہر اس شخص پر واضح اور عیاں ہو چکی ہے جو حق سے عناد اور بغض نہیں رکھتا۔ البتہ مزید وضاحت کے لیے ہم جمہوریت کے بعض اہم امور کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو دینِ اسلام سے مکمل تضاد رکھتے ہیں۔ یہ اس لیے تاکہ ہمیں اس عظیم جرم کا ادراک ہو سکے جسے جمہوری اسلام کے دعویدار اسلام اور مسلمانوں کے سروں پر مسلط کر کے انہیں ہلاکت کی راہوں پر دھکیلنا چاہتے ہیں، بلکہ دھکیل چکے ہیں اور آج حیرت واضطراب اور نحوست وعذاب کی شکل میں امتِ مسلمہ اس جمہوری تماشے کا مزہ چکھ رہی ہے۔

اولاً: وہ بنیادی اصول جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، یہ ہے کہ اللہ ربّ العزت کی نازل کردہ شریعت کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا جائے۔ اسی میں بندوں کا امتحان بھی ہے اور یہی دنیا اور آخرت کی کامیابی کے لیے کسوٹی بھی ہے۔ اگر بندہ اپنے رب کی غیر مشروط اطاعت نہ کرے تو وہ بندہ نہ ہوا۔ لہٰذا بندے کا یہ کام نہیں کہ اللہ کے حکم کے مقابلے میں اپنی عقل کے گھوڑے دوڑائے، اپنی عادت کو اس پر ترجیح دے، اپنے تجربے کی بنیاد پر حکمِ الٰہی سے سرتابی کرے یا اپنی رائے کو اللہ کے حکم کے مقابلے میں قابلِ احترام سمجھے۔ خواہ فرد ہو یا جماعت، پارلیمنٹ ہو یا عوام، کوئی قبیلہ ہو یا تنظیم سب پر لازم ہے کہ اللہ کے احکامات کے سامنے جھک جائیں اور اس کی نازل کردہ شریعت کو دل و

جان اور قلب و قالب سے تسلیم کرلیں۔ کوئی مسلمان خواہ کتنے ہی دعوے یا زعم کیوں نہ رکھتا ہو اس وقت تک حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اسلام کی یہ حقیقت اس کے دل میں ثبت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

'' وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ''(النسآء : ۱۲۵)

'' اور اس شخص سے اچھا دین کس کا ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے (حکم کے) سامنے جھکا دیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ملتِ ابراہیم (علیہ السلام) کی پیروی کی جو یکسو تھے''۔

توجب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو پھر کسی کے لیے اس بارے میں کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو من و عن تسلیم کر لینا اور اس کے سامنے جھک جانا ہر مسلمان پر فرض ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

'' وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالا مُبِينًا ''(الاحزاب۔ ۳۶)

'' اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں اور جس نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی تو وہ صریح گمراہ ہو گیا''۔

یہی اسلام کا بنیادی اصول ہے جس کی طرف انتہائی تاکید کے ساتھ دعوت دی گئی ہے۔ جبکہ دینِ جمہوریت میں تو اسلام کے مندرجہ بالا اصول کو بالکل منہدم کر دیا گیا ہے۔ نظامِ جمہوریت میں بلکہ صحیح تر الفاظ میں دینِ جمہوریت میں انسانوں کو ہر قسم کے اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور جب تک کوئی قانون پارلیمنٹ سے منظور نہ ہو اس وقت تک اس کو کوئی تقدس، احترام یا حیثیت حاصل نہیں ہوتی۔

آسمانوں سے نازل ہونے والے احکاماتِ الٰہی کہ جنہیں سن کر ہر مسلمان مرد و زن پر یہ کہنا واجب ہوتا ہے کہ سمعنا واطعنا. ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ لیکن ان کے بارے میں جمہوریت کہتی ہے کہ ہم ابھی ان پر نظر ثانی کریں گے۔ بحث و مباحثہ ہو گا، ترمیم و اضافہ ہو گا، جسے چاہیں گے مانیں گے اور جسے چاہیں گے رد کر دیں گے۔ گویا دینِ جمہوریت میں اللہ رب العزت کے حقوق ارکان پارلیمنٹ کو تفویض کر دیے گئے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے شراب کو حرام قرار دیا ہے، اب اگر روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک بسنے والے تمام جن و انس مل جائیں اور شراب کے جواز یا حرمت کا

از سرِ نو جائزہ لیں تو صرف اسی بات پر وہ معاند کفار بن جائیں گے خواہ اس جائزے کے بعد اسے حرام ہی کیوں نہ قرار دیں۔ یہ تو ایک مسئلہ ہے جبکہ جمہوریت نے تو تمام احکاماتِ الٰہیہ پر نظرِ ثانی اور حک و تنسیخ کے دروازے چوپٹ کھول رکھے ہیں۔ پورا دین گویا کہ عوامی اختیار اور ارادے کا ماتحت ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر عوام اسے قبول کر لیں پھر تو یہ محترم و مقدس و قابلِ عمل دین قرار پائے گا اور اگر عوام اسے رد کر دیں تو نعوذ باللہ یہ بے وزن، بے وقعت اور مردود ٹھہرے گا۔ یہاں تک کہ جمہوری اسلام کے بعض دعویداروں نے تو بصراحت کہا ہے کہ اگر عوام ملحد کیمونسٹ طرزِ حکومت اختیار کریں تب بھی ان کے اختیار کا احترام کیا جائے گا اور اگر خود عوام ہی اسلامی حکومت کو رد کر دیں تو تب بھی ان کی پسند و اختیار کو تقدیس حاصل ہو گی۔ جبکہ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:

"وَاللَّهُ يَحْكُمُ لا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ" (الرعد: ٤١)

"اللہ فیصلہ کرتا ہے. کوئی اس کے فیصلے پر نظرِ ثانی نہیں کر سکتا"

اس کے برعکس جمہویت کہتی ہے کہ نہیں، ہزار بار نہیں. بلکہ عوام فیصلہ کرتے ہیں اور عوامی فیصلے کو چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

قرآنِ کریم کہتا ہے:

" وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ "(الاحزاب۔ ٣٦)

"اور کسی مومن مرد اور مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کوئی امر مقرر کر دیں تو وہ اس کام میں اپنا بھی کچھ اختیار سمجھیں"۔

جبکہ جمہوریت کہتی ہے نہیں. بلکہ عوام کو تمام اختیارات حاصل ہیں، حق وہ ہے جسے عوام قبول کریں اور باطل وہ ہے جسے عوام رد کر دیں۔ عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی مرضی سے جیسے چاہیں احکام و قوانین اختیار کریں۔

قرآن پاک کا فرمان ہے:

" إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا "(النور: ٥١)

" مومنوں کی تو یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو کہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا"۔

جبکہ جمہوریت کہتی ہے کہ نہیں. بلکہ جب لوگوں کو عوامی فیصلے کی طرف بلایا جائے تو انہیں کہنا چاہئے کہ سمعنا واطعنا. ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

قرآن مجید کہتا ہے:
" وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الأَرْضِ إِلَهٌ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ "(الزخرف: ٨٤)
"اور وہی ذاتِ باری تعالیٰ آسمان میں بھی معبود ہے اور زمین پر بھی معبود ہے"۔

لیکن نعوذ باللہ! جمہوریت گویا اللہ تعالی کو خطاب کرتے ہوئے کہتی ہے ٹھیک ہے آسمان تو تیرا ہے لیکن زمین عوام کی ہے اور اس پر حکمرانی اور قانون سازی کا حق بھی صرف عوام کو حاصل ہے۔اللہ رب العزت نے سچ فرمایا:
" وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلا وَهُمْ مُشْرِكُونَ "(یوسف: ١٠٦)
" اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا (دعویٰ) رکھنے کے ساتھ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں"۔

اللہ کی قسم! جمہوریت تو قریش اور عرب کی انہی پامال راہوں پر گامزن ہے جو دورانِ حج کہا کرتے تھے:
"لبيك اللهم لبيك، لبيك لا شريك له، الا شريك هو لك تملكه وما ملك"۔
'حاضر ہیں اے اللہ! ہم حاضر ہیں ہم حاضر ہیں تیرا کوئی شریک نہیں سوائے اس شریک کے جو تیرا ہی ہے تو ہی اس کا مالک ہے اور اس کے اختیارات بھی تیری ملکیت ہیں'۔

قرآن مجید نے واشگاف انداز میں مسئلہ حاکمیت کی حقیقت بیان کی ہے:
" فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا "(النسآء: ٦٥)
"تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ تب تک مومن نہ ہونگے جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کردو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں"۔

اس آیت کے سببِ نزول کے حوالے سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ دو آدمی اپنا جھگڑا نبی ﷺ کی عدالت میں لائے اور آپ ﷺ نے مستحق کے حق میں فیصلہ دے دیا تو جس کے خلاف فیصلہ ہوا اس نے کہا کہ میں اس فیصلہ پر

راضی نہیں۔ دوسرے فریق نے پوچھا کہ پھر تم کیا چاہتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کرانا چاہتا ہوں۔ وہ دونوں سیدھا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے انہیں بتایا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دیا وہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ لیکن دوسرا فریق اب بھی راضی نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس جائیں گے۔ لہٰذا وہ دونوں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور جس فریق کے حق میں فیصلہ ہوا تھا اس نے کہا کہ اس جھگڑے کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے حق میں کر چکے ہیں لیکن دوسرا فریق اس پر راضی نہ ہوا اور پھر ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا تمہارے لیے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ بہتر ہے لیکن دوسرے فریق نے ان کی بات ماننے سے بھی انکار کر دیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دوسرے فریق سے استفسار کیا کہ آیا یہ معاملہ اسی طرح ہوا ہے؟ اس نے اقرار کیا۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے اندر چلے گئے۔ واپس نکلے تو ان کے ہاتھ میں بے نیام تلوار تھی جس سے انہوں نے اس شخص کا سر قلم کر دیا اور فرمایا کہ جو شخص رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے لیے میرا فیصلہ یہی ہے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی:

" فَلا وَرَبِّكَ لا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا "(تفسیر ابن کثیر: ۲/۳۵۲)

تو جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر نظرِ ثانی کی درخواست کرنے والے ایک شخص کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ دوٹوک فیصلہ صادر فرمایا، حالانکہ اس نے صرف ایک معاملے میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نظر ثانی کے لیے کہا تھا اور رجوع بھی ان عظیم القدر شخصیات کی طرف کیا تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین ہیں، تو ان لوگوں کا کیا معاملہ ہو گا جو دینِ جمہوریت کی طرف بلاتے ہیں جبکہ دینِ جمہوریت میں تو پورا اسلام ہی عوام کے ارادے پر معلق ہوتا ہے۔ عوام چاہے گی تو اس کا نفاذ ہو گا ورنہ نہیں۔ اس بد ترین دینِ جمہوریت میں تو اللہ تعالیٰ کے قطعی احکامات مثلاً شراب، زنا اور فواحش کی آزادی کو بھی پارلیمان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ وہ غور کرے کہ آیا ان کی تحریم مناسب ہے یا تحلیل۔ احکامِ الٰہی پر نظر ثانی کرنے والے یہ ارکان پارلیمنٹ آخر کون ہیں؟ کیا یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں یا پاکباز و نیکوکار ہیں؟ اللہ کی پناہ! بھلا یہ متقی و پاکباز نفوس ان ارکان پارلیمنٹ سے کیا نسبت رکھتے ہیں۔ یہ تو کائنات کے گھٹیا اور جاہل ترین افراد ہیں، جو فسق و فجور میں لت پت ہیں۔ ان میں سے بظاہر قدرے بہتر وہ لوگ ہیں جو اسلامی جماعتوں کی طرف نسبت رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مصلحین ہیں لیکن

"اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْن "۔(البقرہ: ۱۲)

''سن لو! یہی لوگ مفسدین ہیں لیکن انہیں شعور نہیں''۔

اے جمہوری اسلام کی دعوت دینے والو! اللہ تعالیٰ ہم سے صرف یہ نہیں چاہتا کہ ہم شراب نوشی سے احتراز کریں، فواحش سے بچیں اور سود سے دور رہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم ان منکرات سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکاماتِ تحریمی کو اللہ کا حکم سمجھ کر انہیں تسلیم کریں اور برضا و رغبت ان کے سامنے خود کو جھکا لیں۔ بصورتِ دیگر میں اللہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اگر کسی ملک میں اسلام کے تمام ظاہری احکامات اس بنیاد پر نافذ کر دیئے جائیں کہ پارلیمنٹ نے انہیں منظور کیا ہے اور انہیں محترم قانون کا درجہ دیا ہے نہ کہ اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ان شرعی احکام کا درجہ بھی باقی دنیاوی قوانین جیسا ہی کہلائے گا۔ کیونکہ شریعت تو لوگوں سے پوچھ کر نافذ نہیں کی جاتی اور جو چیز لوگوں سے پوچھ کر نافذ کی جائے وہ شریعت نہیں ہوتی۔ یہ تو پارلیمنٹ نامی ایک بولنے والے بت اور معبود کی طرف سے نازل کردہ احکام ہیں۔ تباہی اور ہلاکت ہو اس بت کے لیے بھی اور اس کے نافذ کردہ قانون کے لیے بھی۔

اسلامی جمہوریت کے دعویداروں کو یہاں رک کر جائزہ لینا چاہئے کہ وہ خود کو کن تباہ کن گھاٹیوں میں گرا چکے ہیں؟ اور اپنے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کو کس طرح کی پر فتن کفریہ راہوں کی طرف دھکیل کر انہیں گمراہ کرتے اور ان کے جذبات سے کھیلتے ہیں؟

انہیں جان لینا چاہیے کہ وہ دوراہے پر کھڑے ہیں جہاں حق و باطل کے مابین تطبیق و موافقت اور آمیزش کی گنجائش نہیں ہے۔ ایک طرف تو واضح اور روشن اسلام ہے جس میں قلب و نظر اور اعضاء و جوارح اللہ تعالیٰ کے لیے مطیع ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف دینِ جمہوریت ہے جس میں انسانوں کی حاکمیت اور شیطان کی عبادت ہے۔ لوگوں کی مرضی ہے کہ جس راہ کو پسند کریں سو اختیار کر لیں البتہ قیامت کے دن ہونے والے اس سوال کے جواب کے لیے تیار رہیں:

'' أَلَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يَا بَنِي آدَمَ أَنْ لا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ وَأَنِ اعْبُدُونِي هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ''

''اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم شیطان کی عبادت مت کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے، اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے۔'' (یٰس: ٦٠ ـ ٦١)

ثانیاً: ہر مسلمان کو یہ حقیقت معلوم ہے کہ ایمان کا پہلا اور عظیم ترین رکن، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے اور اس ایمان میں توحیدِ الوہیت، توحیدِ ربوبیت اور اللہ کے اسماء وصفات پر ایمان لانا شامل ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ وہ قطعی طور پر ایمان رکھے کہ حلال و حرام قرار دینے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس حق میں کسی کو کسی قسم کے مناقشے اور بحث کا اختیار حاصل نہیں کہ کسی چھوٹی سے چھوٹی چیز کو بھی حلال یا حرام قرار دے۔ یہ اختیار صرف اللہ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَلا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هَذَا حَلالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِتَفْتَرُوا عَلَى اللهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللهِ الْكَذِبَ لا يُفْلِحُونَ "(النحل: ١١٦)

" اور یونہی جھوٹ جو تمہاری زبانوں پر آتا ہے نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے لگو، یقیناً جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہونگے"۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

" قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلالا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللهِ تَفْتَرُونَ "

"آپ کہہ دیجئے کہ بھلا دیکھو تو اللہ تعالیٰ نے جو تمہارے لیے رزق نازل فرمایا تو تم نے اس میں سے (بعض کو) حرام اور (بعض کو) حلال ٹھہرایا، (ان سے) پوچھو کیا اللہ نے تمہیں اس کا حکم دیا ہے یا تم اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہو۔"(یونس: ٥٩)

لہٰذا اللہ تعالیٰ کا یہ حق (حقِ تشریع) کسی غیر اللہ کو دینا کفرِ اکبر ہے جو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔ جو شخص اللہ کے ماسوا کی تشریع (قانون سازی) کو مانتے ہوئے اس کے ٹھہرائے ہوئے حلال و حرام کی پیروی کرے اور اسے حلال اور حرام جانے تو وہ مشرک ہے جسکا فرض مقبول ہے اور نہ نفل. یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے اور توحیدِ خالص کی طرف رجوع کر لے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ یہ حقِ تشریع کسی فرد کو دیا جا رہا ہو یا کسی پارٹی، قبیلے، پارلیمان یا عوام کو۔ اسلام نے اس حقیقت کو انتہائی دوٹوک اور واضح انداز میں ثابت کیا ہے اور اس میں کسی قسم کی تشکیک یا تذبذب کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ یہ تمام کائنات اللہ کی مخلوق و ملکیت ہے اور وہی رب العالمین ہے۔ لہٰذا کسی کو حق نہیں کہ اس کی ملکیت میں اپنا حکم چلائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"أَلا لَهُ الْخَلْقُ وَالأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ "(الاعراف: ٥٤)

" سن لو کہ تمام مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی اسی کے ساتھ خاص ہے اللہ رب العالمین بہت برکت والا ہے۔"۔

یہ تو دین اسلام کی ایک مسلمہ حقیقت ہے جبکہ اس کے مقابلے میں جمہوریت کی بنیادی اساس ہی اسلام سے متصادم ہے، کیونکہ جمہوریت میں قانون سازی کا حق اللہ تعالیٰ کی بجائے انتہائی احترام و تقدیس کے ساتھ عوام اور عوامی نمائندگان کو سونپ دیا گیا ہے۔ لہٰذا دینِ جمہوریت میں حلال وہی ہے جسے عوامی نمائندگان حلال قرار دیں اور حرام وہی ہے جسے عوامی نمائندگان حرام ٹھہرائیں۔ اچھا وہ ہے جسے یہ اچھا کہیں اور برا وہ ہے جسے یہ برا کہیں۔ قانون وہی ہو گا جسے یہ پسند کریں اور شریعت وہی کہلائے گی جو اِن کی منظور کردہ ہو۔ کسی دین، شریعت یا قانون کی اس وقت تک کوئی حیثیت نہ ہو گی جب تک پارلیمنٹ اس کی توثیق نہ کرے۔ یہ ایسا واضح ارتداد ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

'' جب کوئی انسان کسی ایسے حرام کو حلال ٹھہرائے. یا کسی ایسے حلال کو حرام قرار دے۔ یا کسی ایسے شرعی امر کو تبدیل کر دے، جن پر اجماع ہو۔ تو وہ بالاتفاقِ فقہاء کافر و مرتد قرار پائے گا''۔

لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ پارلیمنٹ کا صحیح اور درست نام مجلسِ ارباب ہو گا۔ کیونکہ ایسی مجالس سے تشابہ کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے یہی الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ کا فرمان ہے:

''اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لا إِلَهَ إِلا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ''(التوبہ: ۳۱)

''انہوں نے اپنے علماء درویش اور مسیح بن مریم علیہ السلام کو اللہ کے سوا رب بنالیا، حالانکہ انہیں تو اسی بات کا حکم تھا کہ معبود واحد کی عبادت کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے''۔

ہائے عجب! کہ گمراہی اپنے ماننے والوں کو کیا کیا رنگ دکھاتی ہے۔ احبار و رھبان کو اس لئے ارباب من دون اللہ کہا گیا کہ اہلِ کتاب ان کی اتباع کرتے تھے باوجود اس کے کہ وہ اللہ کے حلال کردہ کو حرام اور اللہ کے حرام کردہ کو حلال بتلاتے تھے۔ حالانکہ احبار تو ان کے علماء تھے اور رہبان تو ان کے عابد و زاہد لوگ تھے اور وہ یہ سب کچھ اللہ کے نام پر کرتے تھے، دین کا سہارا لے کر احکام شریعت کو بدلتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ اللہ کے پسند کردہ احکام ہیں۔ جب اُن کا حکم یہ ہے تو عصرِ حاضر کے اربابِ پارلیمنٹ جن کی غالب اکثریت سیکولر، بے دین ملحدین اور فاسق و فاجر لوگوں پر مشتمل ہے، ان پر کیا حکم لگے گا؟ وہ علماء اور درویش تو دین کی محبت جتلاتے تھے جبکہ یہ لوگ تو صراحت کے ساتھ دین سے دشمنی و بیزاری کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ عمل کے اعتبار سے احبار و رہبان اور ارکانِ پارلیمنٹ کا حال ایک سا ہے۔ وہ بھی اپنی مرضی سے حلال و حرام کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور یہ بھی اپنی خواہشات اور آراء سے ایسا کرتے

ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہ دین کا نام استعمال کرتے تھے اور یہ صرف رائے، خواہش، جہلِ مرکب سے، بلکہ قصداً دین کی مخالفت اور اس سے تصادم کی بنیاد پر قانون سازی کرتے ہیں۔ اگر آپ عقل و شعور رکھتے ہیں تو بھلا بتلایئے کہ کون سا گروہ زیادہ بڑا مجرم اور قابلِ مذمت ہے؟

عدی بن حاتم فرماتے ہیں کہ میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ آپ ﷺ سورۃ التوبہ کی تلاوت فرما رہے تھے، یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچے:

"اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ"

"انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے سواء رب بنالیا"

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا:

"یارسول اللہ ﷺ ہم نے ان کو رب تو نہیں بنایا تھا"۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیوں نہیں؟. کیا جب وہ کسی حرام چیز کو تمہارے لیے حلال قرار دیتے تو تم اسے حلال نہ جانتے تھے؟ اور جب وہ اللہ کی حلال کردہ کسی چیز کو تمہارے لیے حرام ٹھہراتے تو تم اسے حرام نہ سمجھتے تھے"؟

میں نے کہا:

"جی ہاں"

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"یہی تو ان کی عبادت ہے۔"

اور ممکن ہے کہ وہ علماء اور درویش خود کو حلال و حرام کا فیصلہ کرنے والا نہ سمجھتے ہوں البتہ چند چیزوں میں عملاً انہوں نے ایسا کیا ہو۔ لیکن آج کل اہلیانِ پارلیمان تو پوری صراحت و جرأت کے ساتھ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہیں ہر قسم کی قانون سازی کا حق حاصل ہے۔ بلکہ یہ ان کی اولین ذمہ داری ہے۔ جب کوئی شخص منتخب ہو کر ایوان میں داخل ہو گیا تو گویا اسے ربّ کی صفات حاصل ہو گئیں. اس کی رائے مقدّم ٹھہری۔ فکر کو تقدّس حاصل ہوا۔ اب اسے مکمل آزادی اور تحفظ حاصل ہے کہ اپنی خواہش اور رائے کے مطابق فیصلہ دے اور اپنی مرضی سے کوئی قانون تجویز کرے۔ جب تک وہ پارلیمنٹ کی چھت تلے موجود ہے تب تک اس کا محاسبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ واضح کفر اور صریح شرک

ہے، خواہ وہ عملاً کوئی قانون سازی کرے یا نہ کرے۔ جس طرح عملاً خود ساختہ قانون سازی کرنا شرک ہے، اسی طرح اس کا حق اللہ کے سوا کسی دوسرے کو دینا بھی شرک ہے۔ یہ ربوبیت میں شرک کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ"(الشوریٰ: ۲۱)

"کیا ان کے کوئی شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کیا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا۔"

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

"وَلا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ"(الانعام: ۱۲۱)

"اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیطان اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں، اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔"

تو اے اسلامی جمہوریت کی دعوت دینے والو! تمہیں کس نے اس باطل کی طرف دعوت دینے کا حق دیا ہے؟ جس چیز کی دعوت تم دیتے ہو وہ دینِ اسلام کے ساتھ کیوں کر مجتمع ہو سکتی ہے؟ دینِ اسلام تو یہ کہتا ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے اور حرام وہ ہے جسے اللہ رب العزت حرام ٹھہرائے نہ کہ پارلیمان۔ اور دین وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا نہ کہ پارلیمان نے۔ اور سزا کا حقدار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ورزی کرے نہ کہ وہ جو پارلیمان کی حکم عدولی کرے۔ حقیقتاً آپ لوگ یہ دعویٰ تو رکھتے ہیں کہ آپ کی دعوت اسلام کی دعوت ہے اور آپ کا راستہ سیدھا۔ نبی ﷺ کا راستہ ہے۔ مگر پھر آپ اپنے اس دعوے کو ملیامیٹ کرتے ہوئے لوگوں کو جمہوریت کی طرف بلاتے اور پارلیمنٹ کی طرف لے جاتے ہیں اور پارلیمنٹ کی بالادستی اور تقدس کے گن گا کر لوگوں کے دلوں میں اس جدید بت کی محبت اور عقیدت راسخ کرتے ہیں۔ آپ کی مثال تو اس عورت کی طرح ہے جو سوت کاتنے کے بعد خود ہی اسے ریزہ ریزہ کر دے۔

آپ ایک طرف توحید کی دعوت دیتے ہیں جبکہ دوسری جانب اسی توحید کو منہدم کر رہے ہیں؟ رحمن کی شریعت کو نافذ کرنے کی یہ کیسی جدوجہد ہے کہ جس میں عملی طور پر شیطان کی شریعت کو بالادست اور مقدس بنانے کے لیے کوشش کی جاتی ہو؟ پارلیمنٹ کے خود ساختہ قوانین کے سامنے سر تسلیم خم کرنے والے اولین خدمت گارانِ جمہوریت بھلا کیوں کر لوگوں کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کا حکم دیتے ہیں؟ عصر حاضر کے صنم اکبر کو تعمیر کر کے

اور اپنی جماعتوں کے افراد کو اس جمہوری بت کدے میں بٹھا کر آپ اپنے اسلاف کی مانند بت شکنی کس طرح کر سکتے ہیں؟اور کس طرح آپ دعوت الیٰ القرآن کا دعوی کرتے ہیں جو طاغوت سے کفر اور ایک اللہ پر ایمان کا حکم دیتا ہے جبکہ ،آپ اسی طاغوت پر ایمان لانے اور اس کے علمبرداروں کی تعظیم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

'' يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لا تَفْعَلُونَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لا تَفْعَلُونَ''(الصف: ۲-۳)
''اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کرتے ہو جس پر عمل نہیں کرتے۔کتنا ناپسندیدہ ہے اللہ کے نزدیک کہ تم ایسی بات کہو جس پر تم عمل نہیں کرتے''۔

اسی طرح فرمایا:
''أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلا تَعْقِلُونَ''(البقرة: ٤٤)
''بھلا تم لوگوں کو تو بھلائی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، سو تم عقل کیوں نہیں کرتے''۔

اور فرمایا:
''مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ وَلا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ''(آل عمران: ۷۹-۸۰)
''کسی آدمی کو شایاں نہیں کہ اللہ تو اُسے کتاب اور حکومت اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ بلکہ یہ کہ تم ربانی ہو جاؤ کیونکہ تم کتاب پڑھتے پڑھاتے رہتے ہو۔اور اس کو یہ بھی نہیں کہنا چاہیے کہ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو رب بنالو۔ بھلا جب تم مسلمان ہو چکے تو کیا اُسے زیبا ہے کہ تمھیں کافر ہونے کو کہے''۔

اس سارے معاملے کو سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں،اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تلبیس اور دھوکہ دہی کی کوئی گنجائش ہے۔اگر جمہوریت جیسی فضول چیزوں کے ذریعے اور فقط نعرے لگانے سے اسلام کا قیام ممکن ہوتا تو پھر انبیاء و رسل علیہم السلام کو اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈالنی پڑتی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا وَأُوذُوا حَتَّى أَتَاهُمْ نَصْرُنَا وَلا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبَإِ الْمُرْسَلِينَ "(الانعام: ٣٤)

"اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے، تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی، اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں اور تم کو پیغمبروں کی خبریں پہنچ چکی ہیں"۔

ہمارے رب کی کتاب حکیم تو ہمیں یہ کہتی ہے کہ:

" وَلا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ "(الانعام: ١٢١)

"اور جس چیز پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اسے مت کھاؤ کہ اس کا کھانا گناہ ہے اور شیاطین اپنے رفیقوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے ہیں تا کہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کی اطاعت کی تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"۔

اس کے برعکس جمہوریت کا مطالبہ ہے کہ پارلیمنٹ سے منظور شدہ قوانین کی بالا دستی قبول کرو، ان کی اطاعت کرو اور انہیں مقدس و محترم جانو۔ اگر ایسا کرو گے تو تم پر کوئی ملامت یا مواخذہ نہیں بلکہ یہی عین مصلحت ہو گی۔ گویا پارلیمنٹ کی کامل اطاعت کریں گے تو دین جمہوریت کے مطابق آپ موحدین میں شمار ہو جائیں گے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ بعض کفار نے مسلمانوں سے بحث کرتے ہوئے یہ شبہ پیش کیا کہ تمہارا زعم ہے کہ تم اللہ کی رضا جوئی چاہتے ہو حالانکہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ ذبح کر دے (یعنی خود مر جائے) اسے نہیں کھاتے اور جسے تم خود ذبح کرتے ہو اسے کھاتے ہو؟ تو ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ

"اگر تم نے ان کی اطاعت کی (یعنی مردار کھایا) تو یقیناً تم بھی مشرک ہو جاؤ گے"۔

یہ تو ایک مشتبہ قسم کی بات تھی جو شیاطین نے اپنے دوستوں کو سمجھائی اور ان مشرکین نے پیش کی، اور اس بات کا تعلق بھی فقط ایک مسئلے یعنی مردار کی حِلت سے تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی اس معاملے کو معمولی خیال کرے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم نے ان کا کہا مانا اور مردار کو حلال سمجھنے میں ان

کی پیروی کی تو تم بھی مشرک ہو جاؤ گے۔ تو پھر آخر ان اسمبلیوں کی پیروی کرنے والے کو کیا کہا جائے گا جن کا قیام ہی حلال و حرام کا فیصلہ کرنے اور خود ساختہ قانون سازی کرنے کے لیے عمل میں آیا ہے۔ یہ اسمبلیاں اپنے ہی بنائے ہوئے دستور کے سوا کسی بات کی پابند نہیں ہیں۔ یہ لوگ تو جاہل و سادہ لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے ہی سہی. اپنے بنائے ہوئے قوانین اور حلال و حرام کے فیصلوں کا شریعت سے ناتا جوڑنے کی زحمت تک نہیں کرتے۔ ان کی نظر میں شریعت کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ اپنی خواہشات کو قوم کی مصلحت کے نام دیتے ہیں اور پھر اس کے مطابق قانون سازی کرتے چلے جاتے ہیں۔ اقتصادی مصلحت کے نام پر سود کو حلال کرتے ہیں، شخصی آزادی کے نام پر زنا و فواحش کے اجازت نامے جاری کرتے ہیں اور سیاحت و ترقی کے نام پر شراب و کباب کو مباح گردانتے ہیں۔

مثال کے طور پر یہ ایک معلوم شدہ امر ہے کے دینِ اسلام میں شراب قطعاً حرام ہے، لیکن اگر کوئی احمق رکنِ پارلیمان یہ قرارداد پیش کرتا ہے کہ ایک دو سال یا پھر ہمیشہ کے لیے شراب کی خرید و فروخت سے پابندی اٹھائی جائے تاکہ ملک میں اقتصادی ترقی ہو اور سیاحوں کے لیے کشش و سہولت پیدا ہو تو اس احمق پر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ اس ''عظیم اقتصادی بل'' کو اپنے نفاذ کے لیے صرف اکثریت درکار ہوگی۔ اور اگر پارلیمنٹ کی اکثریت اس کی توثیق کر دے تو پھر شراب کی خرید و فروخت مباح ہوگی اور کسی کو یہ حق نہ ہوگا کہ اس کا انکار کرے بلکہ جو اس کی مخالفت کریگا اس پر فردِ جرم عائد ہوگی اور سزا کا مستحق ٹھہرے گا۔

ارکان پارلیمنٹ میں سے اگر کوئی ہم جنس پرستی کا دلدادہ ہے اور اسے قانونی جواز مہیا کر کے اپنے اور اپنے جیسے دوسرے بدمعاشوں کو سہولت دینا چاہتا ہے تو اسے بھی بل پیش کرنے کی اجازت ہے۔ اسی طرح سودی لین دین کرنے والی بڑی کاروباری مچھلیاں اپنی پسند کی سودی اصلاحات کے نفاذ کے لیے قانون سازی کرواسکتی ہیں، شراب و کباب کے رسیا بھی اسمبلی سے ریلیف حاصل کرنے کے لیے بل پیش کر سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہیجڑے بھی اپنی تنظیمیں بنا کر ہیجڑا سازی کے کاروبار کو قانونی جواز عطا کرنے کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ صرف ایک ہی شرط ہے کہ وہ دستور کے مخالف نہ ہو، جبکہ اسلام کے مخالف ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس کے بعد اگر پارلیمنٹ کی اکثریت چاہے تو ان تمام قراردادوں اور مطالبات کو منظور کر کے انہیں جواز مہیا کر سکتی ہے اور اس کے بعد تمام لوگوں پر انہیں تسلیم کرنا اور ان کا احترام کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح وہ قانون جو پارلیمنٹ سے منظور ہو جائے. اگرچہ کہ وہ شریعت سے کلی طور پر متصادم ہی کیوں نہ ہو۔ دینِ جمہوریت میں اسے ہر طرح کا تحفّظ اور تقدّس حاصل ہو گا کیونکہ پارلیمنٹ کی بالادستی اِس کے نزدیک ہر قسم کی حاکمیت سے بالاتر ہے۔

ثالثاً: دین اسلام میں کسی چیز پر یہ حکم لگانا کہ یہ حق ہے یا باطل، جائز ہے یا ناجائز، حرام ہے یا حلال. اُس دلیلِ شرعی کی بنیاد پر ہوتا ہے جو کتاب اللہ اور سنت نبوی ﷺ پر مشتمل ہے، جبکہ اجماع و قیاس بھی اسی کے تابع اور اسی سے مستنبط ہوتے ہیں۔ ایسے احکام کا ثبوت محض عقل، ذوق، رغبت، صلاحیت یا تجربہ پر مبنی نہیں ہوتا۔ حق تو وہ ہے جو خالص اور پاکیزہ آسمانی احکام پر مبنی ہو۔ یہ کسی گروہ یا جماعت کی ملکیت نہیں خواہ وہ کیسے ہی اوصاف کے حامل کیوں نہ ہوں، چاہے وہ سیاست سے متعلق ہوں، چاہے اکثریت کے حامل ہوں، چاہے عربی ہوں اور چاہے عجمی۔ وہ صرف اس وجہ سے حق ہے کہ شریعت نے اسے حق کہا ہے۔ اور جو باطل ہے وہ اس لیے باطل ہے کہ شریعت اسے باطل قرار دیتی ہے۔ اگر آسمانوں اور زمینوں کے تمام لوگ اس بات پر جمع ہو جائیں کہ شریعت سے ثابت شدہ حق کو باطل اور باطل کو حق قرار دیں تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ حق، حق ہی رہے گا اور باطل، باطل ہی کہلائے گا۔ ہدایت کو ہدایت ہی کہا جائے گا اور گمراہی، گمراہی ہی قرار پائے گی۔ جبکہ لوگوں کی قیاس آرائیوں اور اٹکل کی کوئی حیثیت نہیں۔

یہ بات اسلام سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ اس کے برعکس دینِ جمہوریت میں کسی چیز کے صحیح یا باطل ہونے پر اور اس کے حسن و قبح پر حکم لگانا پارلیمنٹ کی غالب اکثریت کا حق ہے۔ (یہ عین وہی مسئلہ نہیں جس کا ذکر سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ پارلیمان کو تشریع و قانون سازی کا حق حاصل ہے۔ یہاں ہم یہ بات کر رہے ہیں کہ ارکانِ پارلیمنٹ کو اپنی مرضی و منشاء کے مطابق رائے دینے کا حق بھی حاصل ہے۔ یہ سابقہ مسئلے سے مختلف ہے اگرچہ اس کے مشابہ ضرور ہے۔)

عظیم ترین مصیبت تو یہ ہے کہ جب کوئی تجویز اکثریت کی حمایت سے منظور ہو جائے تو اسے تمام ارکانِ پارلیمنٹ کی جانب سے سمجھا جاتا ہے اور ہر رکنِ پارلیمنٹ کو اس کا معترف اور موافق سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح مجلسِ ارباب (پارلیمنٹ) میں قانون سازی کا عمل تین مرحلوں میں طے ہوتا ہے۔

پہلا مرحلہ: اس میں کوئی بھی رکنِ پارلیمنٹ اپنی مرضی اور منشاء سے دستور کی حدود میں رہتے ہوئے ایک تجویز (بل) پیش کرتا ہے۔

دوسرا مرحلہ: یہاں ہماری بحث اسی مرحلہ سے متعلق ہے، اس مرحلے میں اس تجویز پر رائے زنی اور مناقشہ و مباحثہ ہوتا ہے۔ ہر شخص اس بارے میں اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے۔ اس کی مرضی ہے کہ اس پر اعتراض کرے یا اس کی حمایت کرے۔ اس میں ترمیم کا مطالبہ کرے یا چاہے تو خاموش رہے۔ البتہ جب اکثریتی رائے سے وہ قانون منظور ہو جائے تو اسے قانونی و شرعی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔

تیسرا مرحلہ: یہ ہے کہ جب کوئی قانون بواسطہ پارلیمان کے منظور ہو جائے تو پھر یہ نہیں کہا جاتا کہ اکثریت کی حمایت سے منظور ہوا ہے۔ بلکہ ہر رکن پارلیمنٹ کو اس میں شریک سمجھا جاتا ہے کیونکہ کسی نہ کسی طور پر وہ قانون سازی کے اس عمل میں شریک ضرور ہوا ہے اور وہ اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ اکثریت کی حمایت سے منظور شدہ قانون تمام لوگوں پر واجب الاطاعت ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ دینِ جمہوریت کے خدوخال کی داد و تحسین میں مگن ہیں مگر میں یہاں ایک مثال بیان کرتا ہوں جس کے ذریعہ اس کا مکروہ چہرہ نمایاں ہو گا۔ مثلاً اگر کوئی گھٹیا ترین رکن پارلیمان دستور کی حدود میں رہتے ہوئے یہ تجویز پیش کرے کہ دو مردوں کو اعلانیہ طور پر شادی رچانے کی اجازت دی جائے اور اس سلسلے میں قانون منظور کیا جائے تو تمام ارکان پارلیمنٹ اس تجویز پر مناقشہ کرتے ہوئے اپنی اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔ اپنی اپنی رائے دہی اور بحث کا اختیار استعمال کریں گے۔ پھر اس پر ووٹنگ ہو گی تاکہ یہ معلوم کیا جائے کہ اکثریت اس تجویز کی حمایت کرتی ہے یا مخالفت۔ اور اگر اکثریت اس کی حمایت میں ووٹ ڈال دے تو یہ تجویز ملکی قانون کا درجہ حاصل کر لے گی جسے ہر طرح کا احترام اور تقدس حاصل ہو گا اور اس قانون کو پورے پارلیمان سے منظور شدہ قرار دیا جائے گا، صرف اکثریت کی طرف سے نہیں۔

رسمی اعتراض تو صرف اس وقت تک ہوتا ہے جب تک وہ تجویز منظور نہ ہوئی ہو، مگر جب اکثریت کی حمایت سے کوئی قانون پاس ہو جائے تو پھر کسی کو اس پر اعتراض کا حق باقی نہیں رہتا۔ ایک دفعہ قانون منظور ہونے کے بعد تو اقلیت و اکثریت تمام ارکانِ پارلیمان پر واجب ہوتا ہے کے اس پر ''آمنّا و صدقنا'' کہیں۔

یہ انتہائی خطرناک اور مہلک حقیقت ہے جسکی زد میں نام نہاد اسلامی ارکانِ پارلیمنٹ بھی آتے ہیں۔ لیکن بہت سے لوگ اس حقیقت کا ادراک نہیں رکھتے اور یہ گمان کرتے ہیں کہ اسلام پسند لوگوں کے پارلیمنٹ میں جانے سے مفاسد کی روک تھام ہو گی اور اسلام کے بعض مفادات کی نگہبانی ہو سکے گی۔ مگر حقائق اس کے برعکس ہیں۔ اسی وجہ سے میں کہا کرتا ہوں کہ بالفرض اگر کسی پارلیمنٹ میں شرعی احکام کو محض جائزے ہی کے لیے پیش کیا جائے اور پھر ارکانِ پارلیمنٹ ان کے قبول و عدم قبول پر بحث کریں اور پھر ارکانِ پارلیمان کے اتفاق سے شرعی احکامات ہی نافذ بھی کر دیے جائیں تب بھی تمام ارکان پارلیمنٹ کی شرکیہ کفریہ اور طاغوتی حیثیت ختم نہیں ہو گی۔ وہ شرعی احکام بھی خود ساختہ قوانین کہلائیں گے جو چند انسانوں کے اتفاق سے منظور ہوئے ہیں۔ عین ممکن ہے یہی ارکان پارلیمنٹ آئندہ اجلاس میں ان قوانین کو کالعدم قرار دیں یا ان کے بعد آنے والے لوگ مختلف آراء و خواہشات رکھنے کی وجہ سے انہیں ختم کر دیں۔

علاوہ ازیں ہماری شریعت نے عوام کی اکثریت کو معصوم یا درست قرار نہیں دیا بلکہ کتابِ عزیز میں عموماً اکثریت کی مذمت ہی کی گئی ہے جیسے کے فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

" وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ " (یوسف: ۱۰۳)

"اور اکثر لوگ اگرچہ تم کتنی ہی خواہش کرو ایمان لانے والے نہیں ہیں"۔

نیز فرمایا:

" وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلا وَهُمْ مُشْرِكُونَ "(یوسف: ۱۰۶)

"اور اکثر لوگ اللہ پر ایمان کا دعویٰ رکھنے کے ساتھ اس کے ساتھ شرک بھی کرتے ہیں"۔

" وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلا يَخْرُصُونَ "(الانعام: ۱۱۶)

"اور اگر تم زمین میں بسنے والے اکثر لوگوں کی اطاعت کرو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیں گے، یہ محض خیال کے پیچھے چلتے ہیں اور نرے اٹکل کے تیر چلاتے ہیں"۔

اور فرمایا:

" وَمَا وَجَدْنَا لأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ " (الاعراف: ـ ۱۰۲)

'' اور ہم نے ان میں سے اکثر میں عہد نہیں پایا اور یقیناً ہم نے ان میں سے اکثر کو نافرمان پایا''۔

ایک اور مقام پر اللہ عز و جل فرماتے ہیں:

'' وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلا كُفُورًا ''(الاسراء: ۸۹)

''اور ہم نے اس قرآن میں سب باتیں طرح طرح سے بیان کر دی ہیں لیکن اکثر لوگوں نے انکار ہی کیا، قبول نہ کیا''۔

مزید ایک مقام پر فرمایا:

''وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْن''(الصافات)

''اور ان سے پیشتر، پہلے لوگوں کی اکثریت گمراہ ہو گئی تھی''

اس حوالے سے دیگر بہت سی آیات بھی ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔

اکثریت کے حوالے سے قرآنِ حکیم کا بیان آپ پڑھ چکے، اب سوال یہ ہے کہ اس دورِ جمہوریت میں کس نے اکثریت کو درست میزان اور انصاف پسند فیصل قرار دیکر شریعت سازی کا حق سونپ دیا ہے؟

'' أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ '' (القمر: ۴۳)

''کیا تمہارے کفار ان سابقہ کفار سے بہتر ہیں یا تمہارے لیے سابقہ صحیفوں میں براءت لکھ دی گئی ہے؟''۔

اس دینِ جدید (جمہوریت) پر بہت سے علماء و دعاۃ نے لکھا ہے اور اس کی قباحتوں کو بیان کیا ہے تاکہ لوگ اس کی حقیقت سے آگاہ ہو جائیں۔ یہاں ہمارا مدعا صرف یہی تھا کہ جمہوریت کی بحث کی بنیادی اور اہم باتوں کی نشاندہی کریں۔ ورنہ اگر ہم جمہوریت کے شیطانی راستوں کی تفصیل میں جائیں تو بات بہت طول پکڑ جائے۔ (واللہ المستعان)

آخر میں ایک اہم بات کی تنبیہ کرنا چاہوں گا۔ ہم نے جمہوریت میں پائے جانے والے واضح نواقض بیان کئے تاکہ ایک مسلمان کے ذہن میں اس کی صحیح تصویر بن سکے، اور وہ اس میں داخل ہو کر اپنے دین کو خسارے میں ڈالنے سے بچائے۔ کیونکہ یہی دین تو ایک مسلمان کی عزیز ترین متاع ہے اور اس میں نقصان عظیم ترین خسارہ ہے۔ لیکن اس کا یہ مقصود نہیں کہ ہم اشخاص پر حکم لگائیں۔ یہاں جو حکم جمہوریت پر لگایا گیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جو شخص

جہالت یا تاؤیل کی بنا پر اس جمہوری عمل میں شامل ہوتا ہے اس پر بھی یہی حکم لگایا جائے۔ علمی و شرعی حقائق کا بیان ایک الگ چیز ہے اور اشخاص پر ان کا حکم لگانا ایک مختلف چیز۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور راہِ حق پر ہمارے دلوں کو جمادے، یہاں تک کہ ہم اس میں کوئی تبدیلی و تغیر کئے بغیر اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملیں۔

آمین۔

والحمد للہ رب العالمین۔

مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان
Website : http://www.muwahhideen.tk
Email: info@muwahideen.tk